العصر اسلامک ریسرچ جرنل

AL-ASR Islamic Research Journal

Publisher: Al-Asr Research Centre, Punjab Pakistan
E-ISSN 2790-5845   P-ISSN 2790-5837
Vol.02, Issue 03 (July-September) 2022
HEC Category “Y”
https://alasr.com.pk/ojs3308/index.php/alasar/index

Title Detail

Urdu/Arabic: عالَم جنّ وشیاطین اور پرویز کے تفردات کا تنقیدی جائزہ

English: **A Critical Analysis of Pervaiz’s Concept of Jinns and Devils**

Author Detail

1. Abdul Rehman
Lecturer Islamic Studies, Govt Millat College
Ghulam Muhammad Abad Faisalabad
Email: assiraj@outlook.com

2. Sharafat Ali
Ph.D Scholar The Islamia University of Bahawlpur.
Email: Sharafatali24.iiui@gmail.com

3. Mohsin Liaqat
M.Phil Scholar International Islamic University Islamabad.
Email: mohsinliaqat37@gmail.com

How to cite:
Abdul Rehman, Sharafat Ali, and Mohsin Liaqat. 2022. “ عالَم جنّ و شیاطین اور پرویز کے تفردات کا تنقیدی جائزہ: A Critical Analysis of Pervaiz’s Concept of Jinns and Devils”. AL- ASAR Islamic Research Journal 2 (3). https://alasr.com.pk/ojs3308/index.php/alasar/article/view/79.

Copyright Notice:
This work is licensed under a Creative Commons Attribution 3.0 License.

عالَم جنّ وشیاطین اور پرویز کے تفردات کا تنقیدی جائزہ

A Critical Analysis of Pervaiz's Concept of Jinns and Devils

Abdul Rehman
Lecturer Islamic Studies, Govt Millat College
Ghulam Muhammad Abad Faisalabad
Email: assiraj@outlook.com

Sharafat Ali
Ph.D Scholar The Islamia University of Bahawlpur
Email: Sharafatali24.iiui@gmail.com

Mohsin Liaqat
M.Phil Scholar International Islamic University Islamabad
Email: mohsinliaqat37@gmail.com

Abstract

The human possessing intellect and wisdom, conceives the importance and reality of invisible faith. This faith also includes the existence of supernatural creatures including jinns and devils. That is a permanent world completely isolated from the world of humans and angels. The supernatural creatures and humans share a few features like wisdom and ethics, difference between good and evil etc. But humans are different from these supernatural creatures in many ways. For example, the origin of humans is different from them. Humans have physical existence and can be seen. On the contrary, they neither have physical existence nor be seen. There is also an order of their birth that reveals the earlier birth of supernatural creatures than the humans in this universe. There is also a variation in the matter of their creation. However, precisely, it can be said that humans are the real-time existents just like supernatural creatures who are permanent and exist in real-time environment. The lifestyle and civilization of supernatural creatures is different from humans. Renouncing the existence and reality of this creation is to disbelieve the reality of this universe. The existence of this supernatural creation can be felt across the world and can also be seen occasionally. It is witnessed in Surah Jinn of the Holy Quran that discusses their reality, lifestyle and thought process etc which proves their existence certainly. However, since the wisdom of all humans is not equal, so a few people do not believe in their existence. One of them is Ghulam Ahmed Pervaiz. The present study provides a critical analysis of Pervaiz's thoughts on it.

Keywords: Pervaiz's Concept of Jinns and Devils, Analysis of Pervaiz's Concept, Concept of Jinns, Concept of Devils

تمہید: عقل سلیم کا حامل انسان ایمان بالغیب کی حقیقت اور اہمیت کو جانتا اور سمجھتا ہے۔ انہی غیبی امور میں سے جنّوں وشیاطین کا ایک جہاں ہے۔ یہ انسانوں اور فرشتوں سے ہٹ کر ایک مستقل جہان ہے۔ جنّوں اور انسانوں میں بعض

چیزیں مشترک ہیں، مثلاً عقل وتمیز اور خیر وشر میں جانچ پڑتال کی قدرت وغیرہ۔ لیکن انسان جنّوں سے کئی لحاظ سے مختلف ہیں، مثلاً انسانوں کا مادہ تخلیق جنّوں کے مادہ تخلیق سے مختلف ہے۔ جنّ غیر مرئی اور غیر مشاہد مخلوق ہے، جبکہ ا نسان، اس کے مقابلہ میں مرئی اور مشاہد مخلوق ہے۔ ان دونوں مخلوقات کی پیدائش میں ترتیبِ زمانی بھی پائی جاتی ہے اور ان کے مادۂ تخلیق میں تغایر وتفاوت بھی موجود ہے۔ مختصر یہ کہ جیسے انسان ایک حقیقی مخلوق ہے ویسے ہی جنّ بھی ایک مستقل اور حقیقی مخلوق ہے۔ جنّوں کا رہنا سہنا اور تہذیب وتمدن انسانوں سے یکسر مختلف ہے۔ اس مخلوق کی حقیقت کے انکار سے، کونی حقائق کا انکار لازم آتا ہے۔ یہ ایسی حقیقت پر مبنی مخلوق ہے جسے پوری دنیا میں محسوس کیا جاسکتا ہے، حتی کہ بعض دفعہ دیکھا بھی جاسکتا ہے، اس بات کی واضح دلیل قرآن پاک کی سورت الجنّ ہے، جس میں ان کی حقیقت، رہن سہن اور سوچ وفکر وغیرہ کو زیر بحث لایا گیا ہے، جس سے ان کے وجود کی قطعیت معلوم ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ تمام انسانوں کی عقل اور سوچ برابر نہیں، اس لیے کچھ لوگ ان کی حقیقت کا انکار کرتے ہیں، ان میں سے ایک صاحبِ لغات القرآن غلام احمد پرویز بھی ہیں۔ بحث ہذا میں پرویز کی سوچ وفکر کا دلائل کی روشنی میں تنقیدی جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

پرویز اور انکارِ "حقیقت جنّ وشیطان":

پرویز، ان معدودے چند افراد میں سے تھے جن کے نزدیک محض کسی مذہبی کتاب کی سند پر، کسی ایسی چیز کو تسلیم کرنا، جسے سائنس کی لیبارٹری میں ثابت نہ کیا جاسکتا ہو، غیر معقول تھی۔ پرویز ایسی غیر معقول بات کا ارتکاب کیسے کر سکتا تھا کہ جو اس "روشن دور" کے اہل علم کی نگاہوں میں، تاریک خیال، اور توہم پرست قرار نہ پانا چاہتا ہو۔ ان حالات میں یہ لوگ اپنی دنیوی ترقی کے لیے مغرب سے اپنی مرعوبانہ ذہنیت کی بنا پر محض "روشن خیال" اور "دانشور" بننے کے لیے قرآنِ کریم کا ایک اور ہی نگاہ سے مطالعہ کرتے ہیں۔ اور ہر اُس مسئلہ کو جسے آج کی مہذّب، متمدّن اور متثقّف دنیا کے بندگانِ حواس پرست اور پرستارانِ عادت، ماننے کے لیے آمادہ نہیں ہیں، اپنے عجیب وغریب طریقوں سے تاویل کے خراد پر چڑھادیتے ہیں، تاکہ وہ مسئلہ قرآن سے خارج بھی نہ ہو اور دورِ حاضر کے "معیاری افکار وتخیلات" کے بھی مطابق ڈھل جائے۔ پرویز نے اس طرز عمل کے ساتھ جن مسائل کو اپنے تفردات کا نشانہ بنایا ہے، ان میں سے ایک "جنّوں کی حقیقت" کا مسئلہ بھی ہے۔

ابلیس، شیطان اور جنّ کے بارے میں اقتباساتِ پرویز

پرویز جنّ وانس کو بنی نوعِ انسان ہی کے دو گروہ قرار دیتے ہیں، اور ان کے جداگانہ مخلوق ہونے کے منکر ہیں، چنانچہ وہ اپنی لغات القرآن میں لکھتے ہیں؛

- "قرآن میں **جنّ وانس** سے مراد وحشی اور متمدن انسان ہیں۔ انس جو مانوس تھے، اور جن جو وحشی اور غیر مہذب قبائل جنگلوں اور صحراؤں میں رہتے تھے"[1]
- "وما خلقت الجن والإنس إلاّ ليعبدون"، ہم نے تمام انسانوں کو خواہ وہ حضری ہوں یا بدوی، اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے"[2]۔
- "مسنی الشیطان" حضرت ایوبؑ کے قصے میں "أني مسني الشيطان" کے معنی سانپ کا چھو جانا اور پیاس کا غلبہ دونوں ہو سکتے ہیں"[3]
- "طلعها كأنه رءوس الشياطين" "اس کے خوشے کا خول ایسا ہے، جیسے سانپ کا پھن ہو"[4]
- "اِما ینزغنک من الشیطان نزغ"، جب (انفرادی مفاد پرستی کا جذبہ) کوئی ایسی بات دل میں ڈالے جس سے فساد کا اندیشہ ہو، یا ایک دوسرے کے خلاف ابھارنے کا جذبہ "[5]۔
- "فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَ"، "وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَى"، اس سے ظاہر ہے کہ ابلیس ایک خاص ذہنیت کا نام ہے اور جس انداز سے وہ ذہنیت کام کرتی ہے اسے شیطان کہکر پکارا گیا ہے۔[6]
- "ابلیس (ناامیدی) اور شیطان (سرکشی) ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں"۔[7]
- انسان، قانون خداوندی کی اطاعت سے سرکشی اس وقت اختیار کرتا ہے، جب وہ اپنے جذبات سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ یہ جذبات اسے (عالمگیر مفاد کلی کے مقابلہ میں) ذاتی مفاد پرستی پر ابھارتے ہیں اور وہ قوانین خدا وندی کو پس پشت ڈال کر ان مفادات کے پیچھے لگ جاتا ہے۔ پھر اس کی عقل اسے وہ طریقے بتاتی ہے جن سے وہ ان مفادات کو حاصل کر سکے۔ قرآن کریم نے ایسے جذبات اور ان کے بروئے کار لانے والے سامان وذرائع (عقل حیلہ جو کے بتائے ہوئے طرق وحیل) کو ابلیس کہہ کر پکارا ہے۔ اور اس کی سرکشی کی بنا پر اس کے متعلق کہا ہے کہ اس کی تخلیق آتش (نار) سے ہوئی ہے۔ اور چونکہ انسانی جذبات آنکھوں سے پنہاں ہوتے ہیں اور غیر محسوس طور پر مصروف عمل رہتے ہیں، اس لیے "کان من الجن" کہا ہے۔[8]
- "عربوں کی بہت تھوڑی آبادی، شہروں میں متمدن زندگی بسر کرتی تھی، اور ان کی اکثریت شہروں سے دور، صحراؤں میں خانہ بدوشی کی حالت میں رہتے تھے، عربوں کے جنّ: ان بدوی قبائل کو کہتے تھے۔ کیونکہ وہ نگاہوں سے اوجھل رہتے تھے، (اس لفظ کے بنیادی معنیٰ یہی ہیں)، اور انس، شہری آبادی کو، جو ایک دوسرے

سے مانوس زندگی (Social Life) بسر کرتے تھے، قرآنِ کریم میں، جنّ وانس، جہاں بھی آیا ہے، اس سے یہی دو آبادیاں مراد ہیں"[9]۔

- "جنّ وانس، انسانوں ہی کی دو جماعتیں ہیں۔ انس، شہروں کی مہذّب آبادی، اور جنّ، صحراؤں کے بادہ نشین، جو شہری آبادی کی نگاہوں سے اوجھل اور بیابانوں میں رہتے تھے، لہٰذا قرآن میں، جہاں جہاں، جنّ وانس کا ذکر ہو گا، اس سے مراد، انسانوں کی یہی دو جماعتیں ہوں گی"[10]۔
- "جنات سے مراد، بدوی اور وحشی (نامانوس اور اجنبی) قبائل ہیں، یا سرکش اور مفسد انسان"[11]۔
- "وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ .."[12]۔ "انسان، شہری ہوں یا دیہاتی، ان کی اکثریت جہنم ہی کے اندر ہوتی ہے"[13]

الغرض، پرویز کے نزدیک ابلیس، جنّ اور شیطان سے کوئی مستقل بالذات مخلوق مراد نہیں ہے، جس کا خارج میں کوئی وجود ہو۔ یہ صرف خیالات، جذبات اور انسانوں کے رہنے سہنے کے رویوں کا نام ہے اور بس۔ گویا کہ غلام احمد پرویز ابلیس، جنّ اور شیطان کے وجود کا باعتبار مخلوق، کلیتاً انکار کرتے ہیں۔

پرویز کے اقتباسات سے مبنی بر تعجب سوالات اور اشکالات پیدا ہو جاتے ہیں، چند ایک بطور ملاحظہ پیش کیے جارہے ہیں؛

- کیا انسان کی یہ چیزیں، خود اس کی پیدائش سے بھی پہلے وجود پا چکی تھیں؟
- اگر ابلیس یا شیطان کا کوئی خارجی وجود نہیں ہے، تو اسے قبل از تخلیقِ انسان پیدا کیوں کیا گیا؟
- "ابلیس" سے مراد "مفاد پرست جذبات، نا امیدی اور ایک ہی سکے کے دورخ" کیسے ہو گئے؟
- اگر "جنّ" ان لوگوں کو کہا جاتا تھا جو ان شہریوں کی نگاہوں سے اوجھل (دور) صحرا نشینی کی زندگی بسر کرتے تھے "تو پھر تو ان شہریوں کو بھی "الجنّ" ہی کہا جانا چاہئے تھا، کیونکہ جس طرح، صحرا نشین لوگ، شہریوں کی نگاہوں سے اوجھل اور دُور تھے، بالکل اسی طرح، شہری آبادی کے افراد بھی، صحرا نشینوں کی نگاہوں سے اوجھل اور دور تھے، جب دونوں ہی گروہ، ایک دوسرے کی نگاہوں سے اوجھل اور دور تھے، تو پھر ان میں سے ایک گروہ کو الجنّ کہنا اور دوسرے کو الانس کہنا کس لیے؟ آخر "الجنّ" کے مفہوم کی یہ یک طرفہ ٹریفک کیوں؟ دو طرفہ کیوں نہیں؟
- قرآن پاک میں بالکل واضح ہے کہ ابلیس یا شیطان، جنّوں میں سے تھا، اور جنّ، قبل از انسان، وجود پذیر ہو چکے تھے۔ قرآن کریم نے ابلیس یا شیطان کو جہاں بھی ذکر کیا ہے، اسے ایک بحث و تکرار کرنے والے فردِ جنّ کے

طور پر ہی پیش کیا ہے، جو اس کی ذات اور ہستی کا بین ثبوت ہے۔ اسے بے ہستی اور لاذات کے طور پر پیش کرنا، خود قرآن اور خدائے قرآن سے مخالفت و منازعت ہے۔ آئندہ سطور میں تفصیل سے بحث کی جا رہی ہے۔

جنّ و شیطان: معنی و مفہوم اور حقیقت و کیفیت

علامہ ابن فارس مقاییس اللغہ میں لکھتے ہیں: لفظ "جنّ" کا اشتقاق "ج، ن، ن" ہے، جس کا معنی مقاییس اللغہ میں " **وَهُوَ السَّتْرُ وَالتَّسَتُّرُ** " کیا گیا ہے۔ یعنی چھپنا اور اوجھل ہونا۔ لفظ جن کی توجیہ بیان کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ " **وَالْجِنُّ سُمُّوا بِذَلِكَ لِأَنَّهُمْ مُتَسَتِّرُونَ عَنْ أَعْيُنِ الْخَلْقِ.**[14] " اس مخلوق کا نام اس لیے جنّ رکھا گیا کہ یہ دیگر مخلوقات کی نظر سے اوجھل ہوتے ہیں" جیسا کہ قرآن پاک میں ہے کہ " **إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ** " یقیناً وہ اور اس کا گروہ تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتا ہے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھتے ہو۔

علامہ رضی الدین عدوی اپنی تالیف العباب الذاخر میں رقمطراز ہیں: شیطان: شیاطین کی واحد ہے۔ اس کے حروف اصلیہ یعنی اشتقاق میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ " **إنه من شاطّ يشيطَ أي هلكَ؛ ووزنه فعلان** " یہ (شاط، یشیط) سے مشتق ہے، جس کا معنی "ہلاک ہونا" ہے۔ یہ "فعلان" کے وزن پر ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ " **إنه من شطنَ أي بعدَ؛ ووزنهُ فيعالٌ** " یہ (شطن) سے مشتق ہے، جس کا معنی "دور ہونا" ہے۔ تب یہ "فیعال" کے وزن پر ہے۔[15]

ڈاکٹر احمد مختار معجم اللغہ العربیہ معاصرہ میں لکھتے ہیں: لفظ شیطان واحد ہے اور اس کی جمع شیاطین ہے۔ اس کا اطلاق عمومی طور دو معانی پر ہوتا ہے۔ پہلا اطلاق "ابلیس" پر ہوتا ہے اور ابلیس سے مراد " **وهو روح شرّير مغوٍ بالفساد** " ایک شرّ پھیلانے والی اور فساد کے ساتھ گمراہ کرنے والی روح ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا " **وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ** "۔ اس لفظ کا دوسرا اطلاق " **كلُّ متمرِّد مفسد من إنس أو جنّ** " (ہر سرکش فساد مچانے والا خواہ وہ انسان ہو یا جنّ) پر ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا " **وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ** "[16]

لہٰذا اس لفظ کا ماحاصل معنی یہ ہوا کہ ہر سرکش اور متکبر خواہ وہ انسان ہو یا جنّ۔ ابلیس پر اس لفظ کا اطلاق بھی اسی وجہ سے ہے کہ جو اس نے اپنے رب کے سامنے سرکشی اور تکبر کا اظہار کیا۔ قرآن پاک میں بعض دفعہ شیطان کو طاغوت سے بھی تعبیر کیا ہے۔ اس کا یہ نام زمین پر موجود اکثر قوموں کے ہاں جانا پہچانا ہے۔

نصوص کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان اپنی ہیئت کے اعتبار سے فرشتوں میں سے ہی تھا مگر اپنی اصل کے اعتبار سے فرشتہ نہیں تھا۔ بلکہ اصل میں یہ جنّ مخلوق سے تعلق رکھتا تھا، جیسا کہ آدم علیہ السلام کا اصل میں انسان

مخلوق سے تعلق تھا۔ شیطان اپنی تخلیق کے اعتبار سے قبیح ترین شکل کا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے جہنم کی آگ میں اگنے والے درخت سے تشبیہ دی ہے کہ "طَلۡعُهَا كَأَنَّهُۥ رُءُوسُ ٱلشَّيَٰطِينِ" وہ درخت اس قدر خوفناک اور بد ہیئت ہے کہ جیسے شیطانوں کے سر ہوتے ہیں۔ شیطان کے دو سینگ بھی ہیں جیسا کہ حدیث مبارک میں آتا ہے کہ "**فإنها تطلع بقرني شيطان** "عین طلوع شمس اور عین غروب شمس میں نماز کی کوشش مت کرو کیونکہ ان دونوں اوقات میں سورج شیطان کے دونوں سینگ کے درمیان ہوتا ہے۔

شیطان اور جن میں فرق:

علامہ ابو ھلال عسکری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی معجم میں رقمطراز ہیں؛

"شیطان جنّوں میں سے شریر قسم کو کہا جاتا ہے، اسی وجہ سے جب انسان شریر یعنی شرّ پھیلاتا ہے تو اسے شیطان کہا جاتا ہے، تب اسے جنّ نہیں کہا جاتا، کیونکہ لفظ شیطان "شرّ" کے معنیٰ میں ہی استعمال ہوتا ہے، جبکہ "جنّ" اس معنی میں استعمال نہیں ہوتا۔ بلکہ "جنّ" تو چھپنے کے مفہوم کو بیان کرتا ہے۔ اور یہ بھی کہ جنّ اسمِ جنس ہے اور شیطان اسم صفت ہے"۔[17]

جنّوں کی تخلیق کا پس منظر:

جنّ حقیقت میں آگ سے بنی مخلوق ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورت الحجر میں فرمایا؛﴿وَٱلۡجَآنَّ خَلَقۡنَٰهُ مِن قَبۡلُ مِن نَّارِ ٱلسَّمُومِ﴾ اور ہم نے اس سے پہلے جنّ کو بغیر دھویں والی آگ سے پیدا کیا۔ اور سورت رحمٰن میں فرمایا؛ ﴿وَخَلَقَ ٱلۡجَآنَّ مِن مَّارِجٍ مِّن نَّارٍ﴾ اور اس نے جن کو بغیر دھویں والی آگ کے خالص شعلے سے پیدا کیا۔ اسی طرح صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ "**خُلقت الملائکة من نور، وخُلق الجآن من مارج من نار، وخُلق آدم مما وصف لکم** "[18] فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا، جنّوں کو آگ کی لپٹ سے پیدا کیا گیا اور آدم کو پیدا کیا گیا جیسا کہ تمہیں پہلے ہی بتادیا گیا ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ جنّوں کی تخلیق آگ سے ہوئی ہے، تو قرآن پاک میں ابلیس نامی مخلوق کے بارے میں بتایا ہے کہ ابلیس جنّوں میں تھا جیسا کہ سورت کہف میں ہے "**وإذ قلنا للملائكة اسجدوا لآدم فسجدوا إلا إبليس كان من الجن** "[19] یعنی اس نے انکار کر دیا جبکہ وہ جنّوں میں سے تھا۔ اسی طرح سورت اعراف میں ابلیس کا خود سے اقرار موجود ہے کہ وہ آگ سے تخلیق ہوا ہے "أَنَا۠ خَيۡرٞ مِّنۡهُ خَلَقۡتَنِي مِن نَّارٖ وَخَلَقۡتَهُۥ مِن طِينٖ [20]" میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور تو نے اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ یہاں ثابت ہوتا ہے کہ شیاطین، جنّ اور ابلیس آگ

سے تخلیق پذیر ہیں۔

ابن عبد البر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اہل عرب نے شیطان کے مختلف نام رکھے ہوئے ہیں، اس کے مختلف اوصاف اور مراتب کی وجہ سے، مثلاً: اگر تو خالص جن کی حقیقت پر تذکرہ آئے تو "جنّی" کہتے ہیں۔ جب وہ لوگوں کے ساتھ سکونت اختیار کرکے تو اسے "عامر" کہتے ہیں۔ جب بچوں پر حاوی ہو جائے تو "بدروح" کہتے ہیں۔ جب خباثت اختیار کر لے تو "شیطان" کہتے ہیں۔ جب خباثت میں اضافہ کرے تو "مارد" کہتے ہیں۔ جب اس حد کو بھی تجاوز کر جائے اور سختی برتے تو "عفریت" کہتے ہیں[21]۔

جنّوں کا تاریخی پس منظر:

قرآن حکیم کے بیان کے مطابق جنّوں کو انسانوں کی تخلیق سے پہلے پیدا کیا گیا جیسا کہ سورت الحجر میں ہے ﴿وَالجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَارِ السَّمُومِ﴾[22] اور ہم نے بنو آدم سے پہلے جنّ کو بغیر دھویں والی آگ سے پیدا کیا۔ ایک عام قول مشہور ہے جس کی کوئی سند نہیں ہے کہ جنّوں کو انسانوں سے دو ہزار سال پہلے پیدا کیا گیا۔ مزید یہ کہ قرآنی نصوص اور احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنّ ایسی مخلوق ہیں جن کے پاس دیکھنے، سننے اور بولنے وغیرہ کی صلاحیت موجود ہے۔ لیکن چونکہ اس مخلوق کا تعلق امور غیبیہ سے ہے تو ہر چیز کے اثبات کے لیے دلیل پیش کی جانی چاہیے، بغیر دلیل اس بارے میں خاموشی اختیار کی جانی چاہیے۔

اور رہا ابلیس شیطان تو قرآنی نصوص کے مطالعہ سے مختصراً اس کے بارے میں یہی بیان کافی ہے کہ جس نے شروع شروع میں اللہ تعالیٰ کی کمال عبادت کی۔ آسمان میں فرشتوں کے ساتھ رہتا تھا اور پھر جنت میں داخل ہو گیا۔ اس کے بعد اپنے رب کی نافرمانی کر بیٹھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس کو آدم کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا، تو اس نے انکار کیا اور تکبر اختیار کر گیا۔ نتیجتاً اسے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور اپنی جنت سے نکال باہر کیا ہے۔ اور پھر اسے اس کے مطالبے پر قیامت قائم ہونے تک انسانوں کو گمراہ کرنے کی مہلت دے دی گئی۔ شیطان کو اس کے انجام کے بارے آگاہ کر دیا اور ہر اس انسان کو بھی جو اس کے راستے پر چلتا ہے۔

اہم ملاحظہ:

جنّ اور شیاطین آگ سے پیدا ہونے والی مخلوقات ہیں، لیکن یہ اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ ان کی شکلیں اور صورتیں آگ کی مانند ہیں۔ جیسا کہ انسان کو مٹی سے بنایا گیا اور یہ مٹی کے معلوم نہیں ہوتے، ان کی شکلیں اور صورتیں مٹی سے بنی معلوم نہیں ہوتی ہیں۔ ہاں! اتنا ہے کہ جنّوں کی خصوصیات میں یہ چیز موجود ہے کہ ان میں خفت اور لطافت

موجود ہے جیسا کہ یہ آگ کی خصوصیات میں سے ہیں۔ اسی طرح انسان کا ثقیل اور بوجھل ہونا، جیسا کہ یہ چیز مٹی کی خصوصیات میں سے ہے۔

اسی طرح ایک سوال اور اعتراض مشہور ہے کہ اگر جنّ اور شیاطین آگ سے پیدا کیے گئے ہیں تو رب تعالیٰ ان کو آگ سے عذاب کیونکر دے گا!؟ آگ آگ کا کیا بگاڑے گی؟ اس کے کئی جوابات دیے گئے ہیں۔ جان لینا چاہیے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو مٹی کی طرف منسوب کیا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جنّوں اور شیطانوں کو آگ کی طرف منسوب کیا ہے، حقیقت میں اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی اصل مٹی سے تھی لیکن بعد میں یہ اپنے اس عنصر پر باقی نہیں رہا، اسی طرح جنّ اور شیطان کی اصل آگ ہی تھی، جبکہ یہ آگ پر باقی نہیں رہے جس کی دلیل یہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "**عرض لي الشيطان في صلاتي فخنقته حتى وجدت برد لعابه على يدي** "شیطان میری نماز میں میرے سامنے آگیا تو میں نے اس کا گلہ دبا دیا تو اس کا لعاب بہہ پڑا حتیٰ کہ اس کے لعاب کی ٹھنڈک میں نے اپنے ہاتھ پر محسوس کی۔ اب یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ آگ ہو اور ٹھنڈی ہو؟! اسی طرح وہ حدیث بھی اس معنیٰ پر واضح دال ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "**إن عدو الله إبليس جاء بشهاب من نار ليجعله في وجهي** "بے شک اللہ تعالیٰ کا دشمن ابلیس میرے منہ میں ڈالنے کے لیے ایک آگ کا شعلہ لایا۔ اب اگر وہ خود آگ ہے تو اسے آگ کا شعلہ لانے کی کیا ضرورت تھی؟ بلکہ اس کے تمام اعضاء آگ ہی آگ ہیں، جو نہی بنو آدم کو چھوئے گا جلا دے گا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ جیسا کہ انسان کو اگر مٹی کا پتھر مارا جائے تو وہ تکلیف پاتا ہے حالانکہ وہ خود مٹی ہی سے بنا ہوا ہے، اسی طرح جنّ اور شیاطین بھی آگ سے تکلیف پاتے ہیں ان کو آگ کا عذاب ویسے ہی تکلیف دہ ہو گا جیسے انسان کے لیے ہے۔

اہم سوال:

سب سے پہلے سوال پیدا ہوتا ہے کہ جنّوں، شیطانوں اور فرشتوں کے انکار کا سبب کیا ہے؟ ان کے وجود کی کیا وجوہات ہیں؟

تو جان لینا چاہیے کہ دور جدید کی سائنس یعنی انسانی عقل کی حاکمیت اور اس کا یہ بیانیہ ہے کہ "ہر وہ چیز جو آنکھ سے دیکھی جا سکتی ہے وہ حقیقت ہے اور جو نہیں دیکھی جا سکتی اس کی کوئی حقیقت نہیں اس کا کوئی وجود نہیں ہے"۔ یہ پر لطف بیانیہ کم علم اور ناپختہ عقل پر اثر کر گیا جس کی وجہ سے ان مبنی بر حقیقت مخلوقات کے انکار کا سبب بنا۔ مزید یہ کہ ناپختہ محققین اس سوچ اور فکر میں مصروف ہو گئے کہ اگر ان مخلوقات کی حقیقت کو مان لیا تو دقیانوسی اور رجعت پسندی کے القاب سے نوازا جائے گا۔ لہٰذا ان تمام حقائق کا سرے سے انکار کر دینا ہی مناسب سمجھا جو عقل سے ماوراء اور مافوق الطبیعہ

سے تعلق رکھتے ہوں۔ یہ وہ مرکزی اسباب ہیں جن کی وجہ سے اس قسم کے محققین کو واضح قرآنی آیات اور صحیح احادیث کے مدلولات کا انکار اور تاویل کرنا پڑی۔ جبکہ قرآنی آیات اور مدلولات کی روشنی میں "جنّ، شیطان اور فرشتے" مستقل ذات الوجود مخلوقات ہیں۔ سب سے پہلے بہت مناسب ہو گا کہ قرآن کریم اور حدیث نبوی ﷺ کی روشنی میں شیطان اور جنّ دونوں کے تصور کی منظر کشی کی جائے۔

تصورِ جنّ وابلیس نصوص شرعیہ کی روشنی میں

قرآن پاک میں "ابلیس" کا تذکرہ گیارہ مرتبہ کیا ہے جبکہ شیطان کا تذکرہ کبھی واحد اور کبھی جمع کی صورت میں اٹھاسی مرتبہ کیا۔ نصوص قرآنیہ میں "ابلیس" کا لفظ بطور علَم کے استعمال ہوا جو کسی متکبر اور سرکش ذات پر دلالت کرتا ہے جس نے اپنے رب کی نافرمانی کی تھی: ﴿ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ ﴾[23] "اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس، اس نے انکار کیا اور تکبر کیا"۔ اور پھر بتایا گیا ہے کہ اس کا خمیر کس چیز سے تیار کیا گیا تھا؛ ﴿ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ ﴾[24] اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس، وہ جنوں میں سے تھا، سو اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی"

بعض مقامات پر شیطان کو ابلیس کا بطور صفت بتایا گیا ہے، اس صورت میں اس کو صیغہ واحد کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ اور پھر ہر اس کردار کو شیطان سے تعبیر کیا گیا ہے جو اس کے راستے پر چلتا ہے، اس صورت میں شیطان کو واحد اور جمع دونوں صیغوں سے ذکر کیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ شیطان کا مفہوم بھی قرآن پاک میں دو کرداروں پر مشتمل ہے۔ ایک تو وہ شیطان جو جنّ ہے جسے عام انسان دیکھنے اور سننے سے قاصر ہیں جو ابلیس کے کردار کا آئینہ دار ہے۔ دوسرا وہ شیطان جو انسان کی شکل میں بعض دفعہ دیکھا اور سنا جا سکتا ہے یعنی انسانی شیطان جو انسانوں کے گمراہ کن فکر و سوچ کی طرف لے جاتا ہے۔ اور پھر اس کی دشمنی اور عداوت کے بارے آگاہ کیا گیا ہے تا کہ بنی نوع انسان اس سے بچے اور دور رہے۔ جیسا کہ فرمایا ﴿ فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ ﴾[25] تو شیطان نے دونوں کو اس سے پھسلا دیا، پس انھیں اس سے نکال دیا جس میں وہ دونوں تھے" ﴿ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ﴾[26] "اور بے شک میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں" ﴿ إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴾[27] "بے شک ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کا دوست بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے"

مختصر یہ کہ کائنات میں لاتعداد جہان ہیں، ان میں سے جنّ ایک مستقل جہان ہے۔ جنّوں کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے پہلے پیدا کیا اور ابلیس بھی حقیقت میں جنّ ہی ہے جسے تا قیامت مہلت دے دی گئی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک مستقل ذات الوجود مخلوق ہے۔ جنّات کی تخلیق کی ابتداء لو دار آگ کی لپٹ سے عمل میں لائی گئی، بعد میں اس مخلوق کے عنصر ترکیبی کی طبیعت میں تبدیلی آئی جیسا کہ انسان کی تخلیق کی ابتداء مٹی سے تھی بعد میں اس کے عنصر ترکیبی کی طبیعت میں تبدیلی آگئی۔ یہ اپنی شکلیں رکھتے ہیں، عمومی طور پر ان کی شکلیں قبیح ہوا کرتی ہیں۔ یہ انسانوں کی طرح ہر لحاظ سے شرعی احکامات کے مکلف ہیں، ان میں پیغمبروں کا سلسلہ بھی تھا اور حضور اکرم ﷺ جیسا کہ انسانوں کے لیے پیغمبر ہیں، ویسے ہی جنّوں کے لیے بھی پیغمبر ہیں۔ قیامت کے روز یہ جزاء وسزا کے مستحق ٹھہریں گے، بعض جنّت اور بعض جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ ان جنّات کی کئی اقسام اور گروہ ہیں، بعض پروں والے ہیں اور اڑتے ہیں، بعض کتّوں اور سانپوں کی اقسام میں سے ہیں اور بعض چلتے پھرتے ہیں۔ یہ اکثر خالی جگہوں کو اپنا مسکن بناتے جیسا کہ قبرستان، جنگلات، صحراء اور عمومی طور پر گندی جگہوں کو ترجیح دیتے ہیں مثلاً، بیت الخلاء، کوڑے کے ڈھیر اور جانوروں کے باڑوں وغیرہ میں۔ جنّات کے لیے بھی چوپائے موجود ہیں جن پر یہ سواری کرتے ہیں۔ یہ اصل میں انسان سے ڈرتے ہیں، لیکن جب انسان کمزوری دیکھتا ہے تو یہ چڑھائی کرتے ہیں۔ یہ عام طور پر رات کے وقت زمین پر پھیل جاتے ہیں۔ یہ کھاتے بھی ہیں اور پیتے بھی ہیں، ان کا کھانا و پینا بائیں ہاتھ سے ہے۔ انہیں غیر معمولی طاقت اور قدرت سے نوازا گیا ہے، یہ آسمان اور فضا میں برق رفتار سفر کرتے ہیں، انسان کو گمراہ کرنے کے لیے اس قدر سرگرم ہیں جیسا کہ انسان میں خون دوڑتا ہے۔ ان میں مذکر اور مونث دونوں پائے جاتے ہیں اور پھر آپس میں نکاح بھی کرتے ہیں اور ان کے ہاں اولاد بھی ہوتی ہے۔ جنّوں میں اچھے جنّ بھی ہوتے ہیں اور برے بھی، ظالم بھی اور انصاف پسند بھی، مسلمان بھی اور کافر بھی۔ یہ علم غیب سے عاری ہیں۔ یہ انسانوں کو ماسوائے انبیاء کے اپنی اصل شکل میں عمومی طور پر نظر نہیں آتے۔ یہ اپنی شکلیں بدل کر دوسری شکلیں (مثلاً، کتا، سانپ اور انسان وغیرہ) اختیار کر کے انسانوں کے سامنے ظاہر ہونے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔ یہ انسان کو اس کے بعض کاموں کی وجہ سے تکلیف پہنچانے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔ مجموعی لحاظ سے ان کو انسانوں میں سے صرف سلیمان علیہ السلام کے لیے ہی مسخر کیا گیا تھا وہ ان کی دعا کی وجہ سے۔

قرآن کریم میں جنّوں سے خطاب

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے کئی ایک مقامات پر انسان کے ساتھ ساتھ ایک دوسری مخلوق کو بھی مخاطب کیا ہے۔ جیسا کہ سورت رحمٰن میں ہے کہ "یَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْإِنْسِ "[28] اے جنّوں اور انسانوں کی جماعتو۔ اسی سورت

میں ہے کہ "سَنَفْرُغُ لَكُمْ أَيُّهَ الثَّقَلَانِ "[29] اے دونو بھاری مخلوقات (جنّ وانس) ہم تم سے حساب وکتاب کے لیے فارغ ہوا ہی چاہتے ہیں۔ سورت الاسراء میں ہے کہ "قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَ الْجِنُّ "[30] اگر انسان اور جن دونوں بھی اکٹھے ہو کر آجائیں اس جیسا قرآن بنانے کے لیے۔۔۔"۔ اسی طرح سورت الذاریات میں ہے کہ "وما خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْإِنْسَ إِلاَّ لِيَعْبُدُون "[31] میں جنّوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ ان کے علاوہ دیگر مقامات پر بھی اسی مفہوم کی آیات موجود ہیں جیسا کہ "يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ "[32] اے جنوں اور انسانوں کی جماعت! کیا تمہارے پاس تم میں سے کوئی رسول نہیں آئے۔ "قَالَ ادْخُلُوا فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ فِي النَّارِ "[33] فرمائے گا ان جماعتوں کے ہمراہ جو جنوں اور انسانوں میں سے تم سے پہلے گزر چکی ہیں، آگ میں داخل ہو جاؤ۔

"وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُودُهُ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ "[34] اور سلیمان کے لیے اس کے لشکر جمع کیے گئے، جو جنوں اور انسانوں اور پرندوں سے تھے، پھر وہ الگ الگ تقسیم کیے جاتے تھے۔ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ [35] اور ان پر بات ثابت ہو گئی، ان قوموں کے ساتھ ساتھ جو جنوں اور انسانوں میں سے ان سے پہلے گزر چکی تھیں، بیشک وہ خسارہ اٹھانے والے تھے۔ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَا أَرِنَا اللَّذَيْنِ أَضَلَّانَا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ أَقْدَامِنَا لِيَكُونَا مِنَ الْأَسْفَلِينَ [36] اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، کہیں گے اے ہمارے رب! تو ہمیں جنوں اور انسانوں میں سے وہ دونوں دکھا جنھوں نے ہمیں گمراہ کیا، ہم انھیں اپنے قدموں کے نیچے ڈالیں، تاکہ وہ سب سے نچلے لوگوں سے ہو جائیں۔

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ [37]

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بہت سے جن اور انسان جہنم ہی کے لیے پیدا کیے ہیں، ان کے دل ہیں جن کے ساتھ وہ سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں جن کے ساتھ وہ دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں جن کے ساتھ وہ سنتے نہیں، یہ لوگ چوپاؤں جیسے ہیں، بلکہ یہ زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں، یہی ہیں جو بالکل بے خبر ہیں۔

مسلسل اور بارہا جگہ پر انسانوں کے ساتھ جنّوں کو مخاطب کرنا، بلاوجہ کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ یہ کتاب حکیم ودانا کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ اگر پرویز کے مطابق جنّ سے مراد غیر متمدن اور بدوی لوگ ہیں تو ان کو قرآن جیسی کتاب بنا کر لانے کا چیلنج دینا عبث معلوم ہوتا ہے جبکہ ایسا ہر گز نہیں۔ تو یقینی طور پر جنّ ایک مستقل مخلوق ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابند ہے۔

جنّ وشیطان کے وجود کا اثبات قرآن کی روشنی میں

جان لینا چاہیے کہ فرشتوں اور انسانوں کے علاوہ جنّ مخلوق تیسرا جہاں ہے۔ یہ ایسی مخلوق ہیں جو صاحب عقل ہے، خیر وشر کی پہچان رکھنے والی ہے۔ یہ بھی اللہ کے بندے ہیں جو اللہ تعالی کے شرعی احکامات کے پابند ہیں، تمام احکامات کی تعمیل اور تمام منہیات سے اجتناب ان سے بھی مطلوب ہے۔ جو شخص ان کے وجود انکار کرتا ہے گویا وہ واضح اور کھلی آیات کا انکار کرتا ہے۔ چند ایک نصوص ذیل میں پیش کی جارہی ہیں جن سے ان کے وجود اور حقیقت کا اثبات کھل کر سامنے آتا ہے۔

قرآن کریم میں جنّ وشیاطین کی حقیقت اور ان کے وجود کا اثبات:

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ[38]

(اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ تم آدم کو سجدہ کرو، تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا، وہ جنوں میں سے تھا اور اپنے رب کی نافرمانی کر گزرا)۔

اب اس آیت میں "ابلیس" کو بھی "جنّوں" میں سے قرار دیا گیا ہے، تو کیا اب "ابلیس" بھی انسانوں میں سے ہے اور بدوی، غیر مہذب قبائل سے تعلق رکھتا ہے؟ حالانکہ پرویز "ابلیس" سے مراد "ایک قوت ہے جو انسان کیلیے مبنی بر مفاد جذبات" کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنْصِتُوا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَى قَوْمِهِمْ مُنْذِرِينَ[39]

(اور جب ہم نے جنوں کے ایک گروہ کو تیری طرف پھیرا، جو قرآن غور سے سنتے تھے تو جب وہ اس کے پاس پہنچے تو انھوں نے کہا خاموش ہو جاؤ، پھر جب وہ پورا کیا گیا تو اپنی قوم کی طرف ڈرانے والے بن کر واپس لوٹے)۔

اب دیکھیے، پرویز جنّوں کو غیر مہذب قبائل قرار دیتے ہیں، جبکہ اس آیت میں واضح کہا گیا ہے، جنّوں میں ایسے جنّ بھی ہیں، جو بے حد مؤدب اور ہدایت یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ ہدایت کار بھی ہیں۔

وَأَنَّهُ تَعَالَى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا (3) وَأَنَّهُ كَانَ يَقُولُ سَفِيهُنَا عَلَى اللَّهِ شَطَطًا[40]

(اور بے شک شان یہ ہے کہ ہمارے رب کی بزرگی بہت بلند ہے، نہ تو اس نے کوئی ہمسر رکھی ہے اور نہ ہی کوئی اولاد بنا رکھی۔ اور بے شک شان یہ ہے کہ، ہمارے بے وقوف احباب ہی اللہ تعالی کے بارے ظلم کی بات کہتے ہیں)۔

یہاں دیکھیے پرویز "جنّوں" کو سرکش گروہ بھی بتاتے ہیں، لیکن اس آیت میں جنّوں کو کس قدر موحّد مومنین بتایا گیا ہے۔ اور یہ کہ انسان جو شرک کرتے ہیں، ان سے بہت زیادہ بہتر ہیں۔

قرآن کریم میں مختلف مقامات پر بتایا ہے کہ جنّ حقیقت میں آگ سے بنی مخلوق ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورت الحجر میں فرمایا؛﴿وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَارِ السَّمُومِ﴾[41](اور ہم نے اس سے پہلے جنّ کو بغیر دھویں والی آگ سے پیدا کیا)۔ اس آیت مبارکہ میں دو چیزیں ثابت کی گئی ہیں، ایک تو یہ کہ جنّ نامی مخلوق آگ سے پیدا کی گئی ہے اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں جو سورت رحمٰن میں ہے کہ ﴿وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَارِجٍ مِنْ نَارٍ﴾[42](اور اس نے جن کو بغیر دھویں والی آگ کے خالص شعلے سے پیدا کیا) اسی طرح صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ "**خُلقت الملائكة من نور، وخُلق الجآن من مارج من نار، وخُلق آدم مما وصف لكم** "[43]فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا، جنّوں کو آگ کی لپٹ سے پیدا کیا گیا اور آدم کو پیدا کیا گیا جیسا کہ تمہیں پہلے ہی بتادیا گیا ہے۔ اور دوسری یہ کہ یہ مخلوق انسان سے پہلے پیدا کی گئی ہے۔ ایک مشہور قول ہے جس کی کوئی سند نہیں ہے کہ جنّوں کو انسانوں سے دوہزار سال پہلے پیدا کیا گیا۔ مزید یہ کہ قرآنی نصوص اور احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنّ ایسی مخلوق ہیں جن کے پاس دیکھنے، سننے اور بولنے وغیرہ کی صلاحیت موجود ہے۔ لیکن چونکہ اس مخلوق کا تعلق امور غیبیہ سے ہے تو ہر چیز کے اثبات کے لیے دلیل پیش کی جانی چاہیے، بغیر دلیل اس بارے میں خاموشی اختیار کی جانی چاہیے۔

اگر یہاں پرویز کے مفہوم کو مراد لیا جائے کہ جنّوں سے مراد وحشی اور غیر متمدن لوگ مراد ہیں تو معنی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح کے وحشی لوگوں کو آگ سے پیدا کیا ہے۔ حالانکہ یہ بداہتاً غیر معقول اور ناسمجھی کی بات ہے، دنیا میں کہیں بھی وحشی قسم کے لوگ یا غیر متمدن لوگ نہیں پائے جاتے جو آگ سے تخلیق پذیر ہوں۔ مزید یہ کہ اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ جنّ سے مراد غیر متمدن اور وحشی قبائلی لوگ ہیں تو کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ متمدن لوگوں سے پہلے تخلیق پذیر ہوئے ہوں۔ حالانکہ ایسا ہرگز ممکن نہیں اور نہ ہی کبھی کسی نے یہ دعویٰ پیش کیا ہے۔ اور اگر پرویز کا دوسرا مفہوم مراد لیا جائے کہ یہاں مفاد پرستی کے جذبات مراد ہیں تو کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ انسان کے جذبات کو انسان سے پہلے پیدا کر دیا گیا ہو؟!

سورت الجنّ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں؛

" قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَن نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا "[44]

کہہ دے میری طرف وحی کی گئی ہے کہ بیشک جنوں کی ایک جماعت نے کان لگا کر سنا تو انھوں نے کہا کہ بلاشبہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔ جو سیدھی راہ کی طرف لے جاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لے آئے اور (اب) ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو کبھی شریک نہیں کرینگے۔

علامہ سعدی اپنی تفسیر تیسیر الکریم الرحمن میں لکھتے ہیں

"اس سورت میں کئی اہم امور حاصل ہوتے ہیں۔ان میں سے جنّوں کے وجود کا اثبات ہے اور یہ کہ وہ مکلف بھی ہیں، انہیں اوامر اور نواہی کا پابند بنایا گیا ہے، انہیں اپنے اعمال کی جزاء دی جائے گی، جیسا کہ اس سورت میں واضح ہے"[45]۔

اسی سورت میں بتایا گیا ہے کہ جیسے انسانوں میں سے بعض مومن اور بعض کافر ہوتے ہیں، بعض ظالم اور بعض انصاف کرنے والے ہوتے اسی طرح جنّوں میں یہ ایمان و کفر اور اصلاح و ظلم باہم پایا جاتا ہے۔

"وَأَنَّا مِنَّا الصَّالِحُونَ وَمِنَّا دُونَ ذَلِكَ كُنَّا طَرَائِقَ قِدَدًا... وَأَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُونَ وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا (14) وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا"[46]

اور یہ کہ ہم میں سے کچھ نیک ہیں اور ہم میں کچھ اس کے علاوہ ہیں، ہم مختلف گروہ چلے آئے ہیں۔ اور یہ کہ ہم نے یقین کر لیا کہ بے شک ہم کبھی اللہ کو زمین میں عاجز نہیں کر سکیں گے اور نہ ہی بھاگ کر کبھی اسے عاجز کر سکیں گے۔ اور یہ کہ ہم میں سے کچھ فرماں بردار ہیں اور ہم میں سے کچھ ظالم ہیں، پھر جو فرماں بردار ہو گیا تو وہی ہیں جنھوں نے سیدھے راستے کا قصد کیا۔ اور جو ظالم ہیں تو وہ جہنم کا ایندھن ہوں گے۔

رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا ہے کہ ہر ہر انسان کے ساتھ ایک جنّ ساتھی اور ایک فرشتہ ساتھی مقرر کر دیا گیا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوچھا کیا ایسا آپ کے ساتھ بھی ہے؟ تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا، ہاں بالکل ایسا ہی ہے، بس یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی ہے کہ مجھے اس سے محفوظ کر دیا ہے۔ بس اس کی طرف سے مجھے خیر ہی کا معاملہ ملتا ہے۔[47]

سورت الذاریات میں فرمایا کہ "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ"[48] (اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں)۔

اس آیت مبارکہ میں لفظ "جنّ" کو پرویز نے مجازی معنیٰ پر محمول کیا ہے۔ جان لینا چاہیے مجازی معنیٰ سے پہلے حقیقی معنیٰ کا اثبات لازم ہوتا ہے۔ پہلے جنّوں کا وجود ثابت ہو گا، تب مجازی معنیٰ مراد لیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ "زید شیر کی طرح ہے" اب یہاں شیر مجازی معنیٰ میں ہے لیکن اس سے پہلے "شیر" کا وجود ثابت کیا جائے گا پھر اس کا متعلق وصف کسی کے لیے بطور مجاز استعمال کیا جائے گا، اگر پہلے وجود ثابت نہیں کریں گے تو لوگوں کے لیے "شیر" کا تصور ہی مجہول ہو گا جس سے کلام لغو قرار پاتا ہے۔ اسی طرح پہلے "جنّ" کے وجود کا اثبات ہو گا تب اس کے متعلق وصف کو کسی کے لیے بطور مجاز استعمال کیا جا سکتا ہے۔

اور پھر اگر پرویز کے مطابق جن و انس سے مراد حضری اور بدوی قبائلی لوگ مراد لیے جائیں تو معلوم ہو گا کہ انسانوں کی حضری وبدوی تقسیم شروع ہی سے من جانب اللہ ہے۔ حالانکہ یہ خالص انسان کا کسبی معاملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو حضری وبدوی نہیں بنایا، یہ لوگوں کے ذاتی اختیارات ہیں۔

اور پھر پرویز "جنّ" سے مراد "مفاد پرستی کے جذبات" بھی لیتے ہیں تو کیا پھر قرآن کی اس آیت کے یہ معنیٰ ہونگے کہ "میں نے مفاد پرستی کے جذبات کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے، العیاذ باللہ۔

مزید یہ کہ اگر پرویز کے یہی معنیٰ مراد لیے جائیں تو یہ معنیٰ عبث معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس تقسیم سے پہلے اس آیت میں "مذکر ومونث" کی تقسیم ضروری تھی کہ مرد اور عورت کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے، کیونکہ یہاں واضح تباین پایا جاتا ہے جبکہ پرویز کے معنی میں مترادفات کی تقسیم عبث ہے اور یہ قرآنی اسلوب بھی نہیں کیونکہ قرآن حکیم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ایک ہی جنس کی نوعی تفصیل کو مخاطب کیا جاتا ہے تو وہاں لفظ "سواء" استعمال کیا جاتا ہے، جیسا کہ سورت الحج میں فرمایا "وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ "[49] یہاں ایک ہی جنس کی نوعی تفصیل کو "سواء" کے ساتھ بیان کیا ہے۔ زیر بحث آیت میں پرویز کا معنیٰ اس وقت قابل قبول ہو سکتا تھا کہ جب آیت کے الفاظ کچھ اس طرح ہوتے "وَمَا خَلَقْتُ الإنسان سواء کان الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ "

سورت الانعام میں فرمایا کہ "يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي"[50] (اے جنوں اور انسانوں کی جماعت! کیا تمہارے پاس تم میں سے کوئی رسول نہیں آئے، جو تم پر میری آیات بیان کرتے ہوں)۔

اس آیت میں موجود لفظ "رُسُلٌ مِّنكُمْ "کا مطلب ہوتا ہے "تمہاری جنس میں سے" یہاں اس آیت میں دو جنسوں (یعنی جنّ وانس) کا تذکرہ ہے۔ اگر پرویز کے معنی کو مراد لیا جائے کہ جنّوں سے مراد وحشی انسان ہیں تو آیت کا معنی ہو گا کہ نعوذ باللہ جن انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ان میں سے وحشی بھی تھے۔ یہ کس قدر غیر معقول ترجمہ اور تاویل ہو گی؟! لہذا صحیح ترجمہ اور معنی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان مخلوق اور جنّ مخلوق کی ہدایت کے لیے انبیاء ورسل کا سلسلہ جاری کیا تھا۔

سورت السجدۃ میں فرمایا کہ "وَلَكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ"[51] (لیکن میری طرف سے بات پکی ہو چکی کہ یقیناً میں جہنم کو جنوں اور انسانوں، سب سے ضرور بھروں گا)۔

پرویز کے اقتباسات کی روشنی میں جنّات سے مراد وحشی قسم کے بدوی لوگ اور الناس سے مراد متمدن قسم کے حضری لوگ ہیں۔ لیکن اگر پرویز کا یہ مفہومی معنیٰ مراد لیا جائے تو اس معنی سے قرآنی آیت کا مفہوم معطل اور بے معنیٰ

ہو جاتا ہے۔ کیونکہ دونوں قسم کے لوگوں کو جہنم سے بھر دینا غیر معقول امر ہے جس سے قرآن اور صاحب قرآن مبرا ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام غیر مناسب رویوں اور نامعقول باتوں سے منزہ اور پاک ہے۔

سورت الاسراء میں فرمایا کہ، "قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا"[52] (کہہ دے اگر سب انسان اور جن جمع ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں تو اس جیسا نہیں لائیں گے، اگر چہ ان کا بعض بعض کا مدد گار ہو)۔

اس آیت مبارکہ میں بھی جنّوں اور انسانوں کو بیک وقت مخاطب کرتے ہوئے چیلنج دیا گیا ہے کہ دونوں مل کر ایک دوسرے کی مدد بھی کر لیں، تب بھی اس قرآن جیسی چیز تیار نہیں کر سکتے۔ یہاں پرویز کا معنوی تصورات کہ (جنّوں سے مراد غیر متمدن شہری لوگ ہیں اور انس سے مراد متمدن قسم کے لوگ) بے وقعت ہو جاتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لائق نہیں ہے کہ متمدن اور غیر متمدن دونوں کو ایک ہی جیسا چیلنج دے کیونکہ ان کی صلاحیات میں بے حد درجہ کا تباین پایا جاتا ہے۔ جبکہ اس کے برعکس جنّوں سے مراد ایک خاص مخلوق ہے وہی یہاں مراد ہے اور یہ مخلوق باصلاحیت بھی ہے، ان کو چیلنج دینا ہرگز غیر معقول نہیں ہے۔

سورت الرحمٰن میں فرمایا کہ "فِيهِنَّ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ "[53] (ان میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہیں، جنھیں ان سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہے اور نہ کسی جن ّنے)۔

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "لَمْ يَطْمِثْهُنَّ: لم يُجامعن ولم يفترعهن "کا مطلب ہے کہ مجامعت اور مباشرت نہ کرنا۔

پرویز کے بیان کردہ معانی کے مطابق اگر جنّوں کا وجود نہیں ہے، تو ان کے لیے "طمث" کا لفظ کیوں استعمال کیا گیا ؟۔ مجامعت اور مباشرت کا تصور صرف ذات الوجود مخلوق کے ساتھ خاص ہے۔ مزید یہ کہ اگر یہاں جنّوں سے مراد صرف خیالات اور جذبات ہیں تو خیالات اور جذبات کو اس طرح کی نعمت سے نوازنے کا معنیٰ اور مقصد کیا ہے، یعنی ایک غیر محسوس چیز کسی محسوس چیز کی ملکیت کیسے بن سکتی ہے؟ یہ تمام تر سوالات اور اشکالات پرویز کے معانی کے رد کو مستلزم ہیں۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ آیت مبارکہ جنّوں کے ذات الوجود ہونے پر سب سے زبردست دلیل اور ثبوت ہے کیونکہ یہاں انسانوں کے لیے نعمتوں سے نوازے جانے کا تذکرہ ہے اور جن ّیکساں طور پر اس میں برابر کے شریک بتائے گئے ہیں یعنی جس طرح انسان اس نعمت کے مستحق ہیں بعینہ جن ّبھی اس نعمت کے مستحق ہیں۔ حتیٰ کہ سورت کہف میں تو جن ّشیاطین کے لیے "تولد اور تناسل" کا بھی اثبات موجود ہے جیسا کہ فرمایا "أَفَتَتَّخِذُونَهُ وَذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ"[54] (کیا تم میری بجائے اسے (شیطان) اور اس کی اولاد کو اپنا دوست بناتے ہو، حالانکہ یہ سب تمہارے

دشمن ہیں)۔ یہاں "وَذُرِّيَّتَهُ" سے مراد آل اولاد ہے اور اس کی نسبت جنّ شیاطین کی طرف کی گئی ہے یعنی انسانوں کی طرح جنّوں اور شیاطین میں اولاد اور نسل کا تصور بھی موجود ہے۔

سورت سبأ میں ارشاد فرمایا؛

" وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَمَنْ يَزِغْ مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيرِ... فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَنْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ "[55]

(اور جنوں میں سے کچھ وہ تھے جو اس کے سامنے اس کے رب کے اذن سے کام کرتے تھے اور ان میں سے جو ہمارے حکم سے کجی کرتا ہم اسے بھڑکتی آگ کا کچھ عذاب چکھاتے تھے... پھر جب وہ گرا تو جنوں کے لیے حقیقت کھل گئی کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلیل کرنے والے عذاب میں نہ رہتے)

پرویز کے معنی کے مطابق اس آیت میں جنّوں سے مراد غیر متمدن اور وحشی قسم کے قبائلی لوگ مراد ہیں۔ لیکن یہ معنی اور مفہوم قرآنی سیاق اور آیات کے مدلولات کے برخلاف ہے۔ یہاں جان لیناچاہیے کہ جنّ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے جو بھی کام سرانجام دیتے تھے وہ خالص اللہ تعالی کے حکم کی بناء پر تھا، جیسا کہ لفظ "بِإِذْنِ رَبِّهِ" واضح طور پر دال ہے۔ وگرنہ اگر اس کے برعکس دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ان سے جبر اًکام کرواتے تھے اور وہ مجبوری کی بناء پر کرتے تھے، جو کہ کسی پیغمبر کی شایان شان نہیں ہے، کیونکہ آخری الفاظ بتارہے ہیں کہ " مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ " وہ عذاب کی کسی کیفیت میں تھے۔

سورت الاعراف میں فرمایا؛

"وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ "[56]

اور بلاشبہ یقیناہم نے بہت سے جن اور انسان جہنم ہی کے لیے پیدا کیے ہیں، ان کے دل ہیں جن کے ساتھ وہ سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں جن کے ساتھ وہ دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں جن کے ساتھ وہ سنتے نہیں، یہ لوگ چوپاؤں جیسے ہیں، بلکہ یہ زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں، یہی ہیں جو بالکل بے خبر ہیں۔

قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ کی دلالت سے پرویز کے بیان کردہ تمام معانی اور تصورات کالعدم ہو جاتے ہیں۔ اگر اس آیت میں پرویز کا معنی مراد لیا جائے کہ یہاں "الجنّ" سے مراد بدوی اور غیر متمدن لوگ ہیں اور "الانس" سے مراد مہذب اور متمدن لوگ ہیں تو جیسا کہ کے پہلے ذکر کیا کہ یہ مجازی معانی ہیں، اور مجازی معانی تب مراد لیے جاتے ہیں جب پہلے حقیقی معانی کا اثبات کیا جاچکا ہو تو لہذا پہلے جنّوں کا اثبات کیا جائے پھر مجازی معانی مراد لیے جائیں۔ سب سے بڑھ

کر تعجب کی بات یہ ہے کہ اس آیت میں پرویز کے معنی کہ مطابق مہذب اور غیر مہذب دونوں کو "اُولَئِکَ کَالْأَنعَامِ" کہا گیا یعنی چوپائے جانور، افسوس یہ کس قدر زیادتی ہوگی کہ دونوں کو ایک ہی جیسی جزاء۔ مزید یہ کہ جو فرق پرویز بیان کر رہے ہیں اس کے برعکس اللہ تعالیٰ دونوں میں یکسانیت بتا رہے ہیں کہ دونوں کے پاس دل ہیں مگر سمجھتے نہیں، دونوں کے پاس آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھتے نہیں، دونوں کے پاس کان ہیں مگر ان سے سنتے نہیں۔ لہٰذا حقیقت یہ ہے کہ یہاں جنّوں سے مراد انسانوں کے علاوہ ایک مستقل اور صاحب وجود مخلوق مراد ہے۔

اور اگر پرویز کا دوسرا معنی مراد لیا جائے کہ "الجنّ" سے مراد "مفاد پرست جذبات" ہیں، تو قرآنی سیاق کی دلالت مزید بگڑ جائے گی۔ کیونکہ اس آیت میں "الجنّ" کے لیے دل، آنکھ اور کان کا اثبات کیا گیا ہے جبکہ جذبات کے نہ تو دل ہوتے ہیں، نہ آنکھیں اور نہ کان، یہ تو انسانی ذہن اور دل پر وارد ہونے والے معنوی عوامل ہوتے ہیں۔ اور پھر جان لینا چاہیے کہ " اُولَئِکَ " عربی زبان میں جاندار اور عاقل کے لیے استعمال ہوتا ہے نہ کہ غیر عاقل اور غیر جاندار کے لیے، حالانکہ جذبات تو ایک معنوی چیز ہیں، ان کے لیے عربی میں "الّتی" استعمال ہوتا ہے۔

حدیث نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں تخلیقِ جنّ وشیاطین اور ان کا اثبات:

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ جنّوں نے حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے اپنے کھانے کے بارے میں پوچھا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا" جس گوشت والی ہڈی کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھایا گیا ہو، وہ تمہارے لیے پہلے سے زیادہ بڑھ کر گوشت کے ساتھ مہیا کر دی جاتی ہے اور انسانوں کے جانوروں کی لید تمہارے جانوروں کی خوراک ہے"۔[57] ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ "تم لید اور ہڈی سے استنجامت کرو کیونکہ یہ تمہارے جن بھائیوں کا کھانا ہے"۔

علم حیوانات کے سرخیل علامہ دمیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ **"اعلَمْ أنَّ الأحاديثَ في وُجودِ الجِنِّ والشَّياطِينِ لا تُحصى ..."**[58] جن احادیث میں جنّوں اور شیاطین کے وجود کا اثبات ہے وہ اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح عرب کے اشعار اور ان کی اخبار بھی جنّوں کے وجود اور اثبات میں بے شمار ہیں۔ بلکہ یہ تو ایسا معاملہ ہے کہ ان کو ماننے کے علاوہ عقل کے لیے کوئی چارہ نہیں اور پھر انسانی حسّ بھی اس کا انکار نہیں کر سکتی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا" **خُلِقَتِ الملائِكةُ من نورٍ، وخُلِقَ الجانُّ من مارِجٍ من نارٍ، وخُلقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُم** "[59] (فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا، جنّوں کو آگ کی لپٹ سے پیدا کیا گیا اور آدم کو پیدا کیا گیا جیسا کہ تمہیں پہلے ہی بتا دیا گیا ہے) اب اس حدیث مبارک میں واضح طور پر دلالت موجود ہے کہ "جنّات" ایک مستقل ذات الوجود مخلوق ہیں، جو آگ سے پیدا کی گئی ہے۔ امام صنعانی رحمہ اللہ نے

فرمایا کہ "وخُلِقَ الجانُّ " سے مراد "جنّوں کا باپ" یا اس سے مراد "ابلیس" ہے۔ امام صنعانی کا مزید یہ کہنا ہے کہ "مارج" سے مراد "ہوا ملی ہوئی آگ" ہے۔ "مرج" سے مراد دو عناصر ہوا اور آگ کا آپس میں ملنا ہے[60]۔

امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے علقمہ سے پوچھا کہ آیا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ "جنّات کی رات" اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ تھے؟ انہوں نے فرمایا، میں نے یہ بات عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھی تھی کہ "لیلۃ الجن" میں آپ میں سے کوئی رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ موجود تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ "نہیں، لیکن ایک دن ہم رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ تھے کہ اچانک آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ہم نے گم پایا، اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو مختلف جگہوں میں تلاش کیا، حتیٰ کہ ہمیں خیال آنے لگا کہ آپ کو کسی نے اغوا کر لیا، بس وہ رات جو ہم نے جو گزاری، وہ سب سے بری تھی۔ لیکن جب ہم نے صبح کی تو دیکھا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم غار حراء کی جانب سے تشریف لا رہے ہیں، تو ہم نے پوچھا اے رسول اللہ آپ کہاں تشریف لے گئے تھے، تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ "میرے پاس جنّوں کا داعی آیا تھا، میں اس کے ساتھ چل دیا اور پھر میں نے ان پر تلاوت قرآن کی۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہمیں وہاں لے کر گئے اور ہمیں جنّات کے آثار اور ان کی آگ کے نشانات دکھائے۔[61]

اس حدیث مبارک میں جنّات کے وجود کا تفصیل سے ذکر ہے۔ سب سے پہلے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جنّات کے پاس خود تشریف لے گئے اور پھر ان پر تلاوت بھی فرمائی اور ان کے وجود کا مشاہدہ بھی صحابہ کرام کو کرایا اور یہ بھی کہ جنّوں میں بھی داعی ہوا کرتے ہیں۔ جبکہ پرویز کے ہاں جنّات سے مراد وحشی اور غیر متمدن لوگ ہیں، یہ معنی اور مفہوم اس حدیث کی روشنی میں باطل قرار پاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جنّوں میں سے ایک خبیث چال باز جنّ گزشتہ رات مجھ پر واقع ہوا تا کہ میری نماز میں خلل ڈال دے، بس پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی گرفت کی طاقت دے دی، تو میں نے اسے پکڑ لیا۔ میرا ارادہ تھا کہ اسے مسجد کے کسی ستون کے ساتھ باندھ دیا جائے تا کہ تم سب اسے دیکھ سکو۔ بس مجھے اپنے پیغمبر بھائی سلیمان کی دعا یاد آ گئی جو انہوں نے کی تھی کہ اے اللہ میرے رب! مجھے ایسی بادشاہی عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو، بس تب پھر میں نے اسے رسوا کر کے چھوڑ دیا۔[62]

اس حدیث میں ثابت ہوا کہ جنّ ایک ذات الوجود مخلوق ہے جو انسانوں سے عموماً اوجھل ہوتی ہے جیسا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے صحابہ کو دیکھانا چاہا۔ اگر، جیسا کہ پرویز کہتا ہے کہ جنّوں سے مراد وحشی و غیر متمدن لوگ ہیں، تو صحابہ کو دیکھانے کے ارادہ کا کیا مطلب؟ کیا وحشی انسان کو صحابہ کرام دیکھ نہیں سکتے تھے جو حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دیکھانا چاہتے تھے؟ اس حدیث کی تشریح میں امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "فیہِ دَلیلٌ علی اَنَّ الجِنَّ مَوجودونَ واَنَّھم قد یَراھم بَعضُ الآدَمِیّین"[63] اس حدیث میں جنّوں کے وجود کی دلیل ہے اور یہ کہ بعض انسان ان کو دیکھ بھی سکتے ہیں۔ اور جو اللہ تعالیٰ نے

فرمایا کہ وہ اور اس کا قبیلہ تمہیں وہاں سے دیکھتا ہے جہاں سے تم اسے نہیں دیکھتے، تو اس کو اغلبیت پر محمول کریں گے، کیونکہ اگر ان کو دیکھنا واقعی محال اور ناممکن ہوتا تو آپ ﷺ نے دیکھنے اور دیکھانے والی بات نہیں کرنی تھی اور نہ ہی باندھنے اور بچوں کے کھیلنے وغیرہ کی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم مرغ کی بانگ سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو اور جب تم گدھے کا ہنہنانا سنو تو "فتعوذوا باللہ من الشیطان فإنہ رأی شیطاناً"[64] اللہ تعالیٰ سے شیطان کی پناہ مانگو کیونکہ اس گدھے نے اس وقت شیطان کو دیکھا ہوتا ہے۔

اب یہاں پرویز کے بیان کردہ تمام معانی باطل ہو جاتے ہیں، یعنی اگر شیطان سے مراد جذبات اور خیالات ہیں تو گویا کہ گدھا خیالات اور جذبات رکھتا نہیں بلکہ دیکھتا ہے! بالفرض اگر مان لیا جائے کہ اس حدیث میں شیطان سے مراد گدھے کو نظر آنے والے خیالات اور جذبات ہیں تو شریعت نے اس موقع پر ہمیں تعوذ پڑھنے کی تلقین کیوں کی؟ اللہ اور اس کا رسول ان تمام نامعقول باتوں سے منزہ اور مبرا ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہی رویت میں ہے، فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں جمع ہونے والی زکاۃ کی حفاظت پر معمور کیا۔ تو یہاں ایک شخص آیا اور غلے بھرنے لگا، میں نے اس کو دبوچ لیا اور کہا کہ تجھے تو میں ضرور بضرور رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر جاؤں گا۔ وہ کہنے لگا "میں بڑا محتاج اور اہل وعیال والا ہوں، میں سخت مجبور ہوں"، تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا "تمہارے رات والے قیدی نے کیا کیا؟" میں نے کہا یا رسول اللہ اس نے اپنی سخت مجبوری اور محتاجگی کی شکایت تو مجھے اس پر رحم آگیا اور اسے چھوڑ دیا، آپ ﷺ نے فرمایا اس نے جھوٹ بولا اور دیکھنا وہ دوبارہ آئے گا۔ مجھے بھی یقین ہو گیا کہ وہ ضرور آئے گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بتایا ہے۔ بس میں نے گات لگالی اور وہ سچ میں پھر آیا اور وہی معاملہ پیش آیا۔ حتیٰ کہ تیسری رات اس نے اپنی مجبوری بتائی اور ساتھ میں کہا کہ چھوڑو مجھے، میں آپ کو ایسے کلمات بتاتا ہوں جو آپ کو یقیناً فائدہ دیں گے وہ یہ ہیں کہ جب آپ اپنے بستر پر جائیں تو پوری آیت الکرسی پڑھ لیا کریں جس کا فائدہ یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لیے ایک مستقل محافظ مقرر کر دیا جائے گا اور شیطان بھی تمہارے قریب نہ آسکے گا یہاں تک کہ آپ صبح کریں، تو میں نے اسے چھوڑ دیا (کیونکہ خیر کے اعمال میں ان کی حرص شدید قسم کی تھی)۔ تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، "اس کا یہ کہنا واقعی سچ ہے لیکن اس کے علاوہ وہ بہت بڑا جھوٹا ہے، اے ابوہریرہ! تمہیں معلوم ہے کہ وہ کون؟ وہ شیطان تھا۔

اس حدیث میں بھی شیطان کے وجود کا اثبات ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ تین دن تک آنے والا شخص اصل میں انسان نہیں تھا بلکہ وہ حقیقت میں شیطان تھا جو انسان کے روپ میں آیا تھا۔

تجزیہ

یہ وہ چند آیات اور احادیث ہیں، جن میں انسانوں کا بھی ذکر ہے اور جنّوں کا بھی۔ ان پر غور کرنے سے درج ذیل امور بالکل واشگاف ہو جاتے ہیں۔

- انسان، بشر، الناس اور بنی آدم، قرآن میں ہم معنیٰ الفاظ ہیں، اولادِ آدم کے سوا، قرآن مجید، کسی انسانی مخلوق کا قطعاً ذکر نہیں کرتا۔ ازروئے قرآن، نہ کوئی انسان، آدم سے پہلے موجود تھا، اور نہ ہی اولادِ آدم کے سوا، دنیا میں کبھی انسان پایا گیا ہے، یا اب پایا جاتا ہے، یہ نوع، آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی ہی سے پیدا ہوئی ہے، اور اسکی تخلیق مٹی سے کی گئی تھی۔
- جنّ، بالکل ایک دوسری نوع ہے، جس کا مادۂ تخلیق، نوعِ انسانی کے مادۂ تخلیق سے یکسر مختلف ہے۔ نوعِ انسانی کو مٹی سے پیدا کیا گیا جبکہ نوعِ جنّ کو، آگ یا آگ کی لپٹ سے معرضِ وجود میں لایا گیا۔
- جنّ، نوعِ انسانی کی تخلیق سے قبل پیدا کی گئی، اس نوع کے نمائندہ فرد کو، نوعِ انسانی کے پہلے فرد، (آدم) کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور اس نے انکار کیا تھا۔ اس کا استدلال یہ تھا کہ وہ من حیث النوع، انسان سے افضل ہے، کیونکہ اسے آگ سے پیدا کیا گیا ہے، جبکہ وہ، جس کے سامنے جھکنے کا حکم دیا گیا ہے، مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔

کیا ان توضیحات کے بعد بھی، یہ کہنے کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ جنّ وانس، نوعِ بشر ہی کے دو گروہ ہیں؟ آخر وہ کون سے دیہاتی، یا جنگلی یا پہاڑی انسان ہیں، جو آدم کی اولاد سے خارج ہیں، اور انہیں مٹی کی بجائے، آگ سے پیدا کیا گیا ہے؟ اُن قبیلوں یا اُن انسانوں کی نشاندہی کیجئے، جو ہوں تو شہری اور حضری مزاج کے، مگر ان کی پیدائش، وحشی پہاڑی اور جنگلی انسانوں کے بعد واقع ہوئی ہو؟ اور وہ کون سے وحشی، جنگلی اور پہاڑی انسان تھے، جو تخلیقِ آدم سے قبل، معرضِ وجود میں آ چکے تھے؟ اگر آدم کو (جو متمدن شہری تھے) سجدہ کرنے سے انکار کرنے والا ابلیس (جو بقول آپ کے، وحشی بدّو اور پہاڑی انسان تھا، (كَانَ مِنَ الجِنِّ) واقعی وحشی قسم کا انسان تھا، (جسکا مادہ تخلیق مٹی تھا) تو اس نے اپنے استدلال میں یہ کیوں کہا کہ "میں آگ سے پیدا کئے جانے کی بناپر، اُس سے افضل وبرتر ہوں جو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے؟ پھر آخر وہ کون سے "خانہ بدوش لوگ" تھے، جو حضریت پسند اور متمدن افراد کو تو دیکھ سکتے ہیں مگر خود انہیں کوئی شہری اور حضری تہذیب سے وابستہ انسان نہیں دیکھ سکتے؟

اس کے باوجود اگر کسی کی عقل میں جنّوں کا اثبات قابل تردد ہے تو اسے جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے قادر مطلق ہونے پر ایمان لانے کا یہ تقاضا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھیں کہ وہ ایسی مخلوق پیدا کر سکتا ہے جو غیر محسوس ہو

اور یہ کہ وہ آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کرنے والا ہے۔ وہ ساتوں آسمانوں کے اوپر سے بھی مختلف قسم کی تمام آوازوں کو سن سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے کسی بھی لحاظ سے مشکل نہیں کہ وہ ایسی مخلوق پیدا کرے جس کو ہماری آنکھیں دیکھ نہ پائیں۔ اس کا صرف لفظ "کن" ہی کہنا ہوتا ہے کہ مطلوبہ چیز وجود میں آجاتی ہے۔ الغرض وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، ایسی ایسی مخلوقات پیدا کر سکتا ہے جن کا ادراک انسان کے بس سے باہر ہے۔ لہٰذا جنّ بھی اللہ تعالیٰ کی ایسی ہی مخلوق ہے، حتیٰ کہ قرآن پاک کی پوری ایک سورت اسی موضوع پر نازل کی گئی اور پھر اس سورت کا نام بھی اسی مخلوق کے نام پر رکھا گیا یعنی سورت الجنّ۔

منکرین جنّ وشیطان کے بارے میں اہل علم کی آراء:

مذکورہ بالا تحقیقات سے معلوم ہوا کہ جنّ ایسی مخلوق ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے مختلف پیدا کیا ہے۔ ان کے انکار سے قرآنی آیات کا انکار لازم آتا ہے۔ اس سلسلہ میں سلف صالحین نے اس شخص کے بارے میں، جو جنّوں کے وجود کا انکاری ہے، انتہائی سخت موقف اختیار کیا ہے حتیٰ کہ بعض نے تو یہ رائے قائم کی ہے کہ اس طرح کے نظریات کفر کی طرف لے جاتے ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "**لَمْ يُخَالِفْ أَحَدٌ مِنْ طَوَائِفِ الْمُسْلِمِينَ فِي وُجُودِ الْجِنّ وَلَا فِي أَنَّ اللَّهَ أَرْسَلَ مُحَمَّدًا ﷺ إلَيْهِمْ ....**"[65] مسلمانوں کے گروہوں میں سے کسی نے بھی جنّوں کے وجود کا انکار نہیں کیا اور نہ ہی اس کا انکار کیا ہے کہ حضرت محمد انسانوں کے ساتھ ساتھ جنّوں کی طرف بھی مبعوث فرمائے گئے تھے۔ اسی طرح کافروں کے اکثر اور بڑے گروہ بھی جنّوں کے وجود کے قائل ہیں۔ یہود و نصاریٰ بھی مسلمانوں کی طرح ان کے وجود کا اقرار کرتے ہیں۔ اور جس طرح مسلمانوں میں سے کچھ لوگ (معتزلہ وغیرہ) ایسے ہیں جو جنّات کا انکار کرتے ہیں اسی طرح اہل کتاب میں بھی کچھ لوگ ایسے پائے جاتے ہیں۔ مگر جمہور ان کے اثبات کا ہی اقرار کرتے ہیں، کیونکہ ان کے وجود پر انبیاء کرام کی اخبار لاتعداد اور متواتر ہیں، جو بتاتی ہیں کہ یہ زندہ، عقل مند اور باارادہ ہیں۔ انہیں احکامات کی تعمیل کا بھی حکم ہے اور منہیات سے اجتناب کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ جنّوں کے بارے یہ کہنا کہ یہ محض خیالات اور کردار ہیں جو انسان کے ساتھ لگے ہوئے ہیں، یہ ملحدین کا الحاد ہے۔[66]

امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "**من أنكر الجن أو تأول فيهم تأويلا يخرجهم به عن هذا الظاهر، فهو كافر مشرك**"[67] جو شخص جنّوں کے وجود کا انکار کرتا ہے یا وہ ان کے وجود کے بارے میں تاویل کرتا ہے تو وہ شخص کافر مشرک ہے۔

ابن قتیبہ رحمہ اللہ "إنها خلقت من أعنان الشياطين "کی تشریح میں لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

یہ ایسی چیز ہے کہ اس کا انکار صرف وہی کرتا ہے جو جنّوں اور شیاطین کے وجود کا انکاری ہے۔ اور یہ (یعنی جنّوں اور شیطانوں کے وجود کا انکار) زنادقہ اور فلاسفہ کے عقائد میں سے ہے، جنہیں دھریہ بھی کہا جاتا ہے، یہ مسلمانوں کا عقیدہ نہیں ہے۔[68]

ابن بطہ عکبری اپنی تصنیف "الانابۃ الصغریٰ" میں لکھتے ہیں" **من أنكر أمر الجن وكون إبليس والشياطين والمردة وإغواءهم بني آدم، فهو كافر بالله، جاحد بآياته، مكذب بكتابه**"[69] جو شخص جنّ، ابلیس، شیاطین اور ان کے بنی آدم کو گمراہ کرنے کا انکار کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرنے والا ہے، اس کی کتاب کو جھٹلانے والا ہے۔

علامہ آلوسی اپنی تفسیر "روح المعانی" میں لکھتے ہیں: اکثر فلسفی لوگ جنّوں کے وجود کا انکار کرتے ہیں۔ ابن سینا کے رسالۃ الحدود میں لکھا ہے کہ جنّ ایک ہوائی حیوان ہے جو مختلف شکلوں کا بنا ہوا ہوتا ہے۔ یہ صرف اس کے نام کی شرح ہے۔ ابن سینا کی اس عبارت کا ظاہر یہی بتاتا ہے کہ اس قسم کی کوئی چیز خارج میں نہیں پائی جاتی، جبکہ یہ واضح کفر ہے جس میں کوئی شک نہیں۔[70]

شیخ صالح آل الشیخ، طحاویہ کی شرح میں لکھتے ہیں: "جنّوں پر ایمان رکھنا واجب ہے۔ ان کے وجود پر اور ہر اس خبر پر جو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اور حضور اکرم ﷺ نے حدیث نبوی میں بیان کی ہے ایمان رکھنا واجب ہے۔ جس نے ان کے وجود کا انکار کیا تو گویا اس نے کفر کا ارتکاب کیا کیونکہ اس نے قرآن کریم کو جھٹلایا۔ قرآن پاک میں جنّوں کے تذکرے کے باوجود انکار کرنا ایسے ہی ہے جیسے کہ قرآن کا انکار کرنا اور جھٹلانا، اس سے اس شخص کا کفر لازم آتا ہے۔[71]

علامہ شبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جنّوں کے وجود کا انکار کرنے والے معدودے چند جاہل قسم کے فلاسفہ اور اطباء جیسے لوگ ہیں۔ جبکہ بقیہ تمام بڑے بڑے فلاسفہ حتیٰ کہ بقراط جیسا فلسفی بھی جنّوں کے وجود کا قائل تھا۔ اور جو جنّوں کے وجود کے منکر ہیں ان کے پاس کوئی معقول اور مستند دلیل نہیں ہے جو ان کے موقف کی تائید کرے"[72]

علامہ شیخ صالح الفوزان فرماتے ہیں: "جنّوں کے وجود کا انکار کرنا کفر اور ارتداد ہے۔ کیونکہ یہ کتاب و سنت کی متواتر اخبار کا واضح انکار ہے جن میں ان کے وجود کا اثبات موجود ہے۔ ان پر ایمان رکھنا عین ایمان بالغیب ہے، کیونکہ ہم انہیں دیکھ نہیں سکتے اور ہمارا اعتماد خبر صادق پر جیسا کہ فرمایا "إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لاَ تَرَوْنَهُمْ "[73] بے شک وہ اور اس کا گروپ تمہیں وہاں سے دیکھتا ہے جہاں سے تم اسے نہیں دیکھ پاتے"۔[74]

علامہ الشیخ عبداللہ الغنیمان فرماتے ہیں: "آج کل بعض لوگ جنوں کے وجود کا انکاری ہے۔ یہ انکار کفر ہے اور اس اسلام سے نکل جانا ہے۔ کیونکہ یہ ایسا معاملہ ہے جس بارے میں اللہ تعالیٰ کی کتابیں اور تمام رسول تواتر سے بتاتی رہی ہیں"۔[75]

علامہ شیخ صالح آل الشیخ فرماتے ہیں: "جنّوں پر ایمان رکھنا واجب ہے، ان کے وجود پر ایمان رکھنا اور ہر اس خبر پر ایمان رکھنا جو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں اپنی کتاب میں بتائی ہے۔ جس نے ان کے وجود کا انکار کیا، اس نے کفر کا ارتکاب کیا کیونکہ اس نے قرآن کریم کو جھٹلایا"[76]

نتیجہ بحث:

تمام تر قرآنی نصوص، احادیث نبویہ ﷺ اور ائمہ وسلف صالحین کے فتاوی سے ثابت ہوا کہ پرویز کی جنّات اور شیاطین کے حوالہ سے سوچ اور فکر غیر درست ہی نہیں بلکہ تفرد پر مبنی ہے۔ اس بارے میں پرویز نے قرآنی آیات کی ایسی تاویلات پیش کی ہیں جو سیاق قرآن سے ہم آہنگ نہیں ہیں۔

---

[1]: پرویز، غلام احمد، لغات القرآن، طلوع اسلام، لاہور، ج:1، ص:447

[2]: اَیضا، ج:3، ص:1121

[3]: اَیضا، ج:3، ص:952

[4]: اَیضا، ج:3، ص:806

[5]: اَیضا، ج:3، ص:1601

[6]: اَیضا، ص:345

[7]: ایضاً

[8]: ایضاً، ص:344

[9]: پرویز، غلام احمد، تفسیر مطالب الفرقان، ادارہ طلوع اسلام، لاہور، 1975ء، ج:5، ص:99-100

[10]: پرویز، ابلیس و آدم، ص:100

[11]: پرویز، غلام احمد، معارف القرآن، ادارہ طلوع اسلام، نئی دہلی، ج:2، ص:100

[12]: اعراف 179:7

[13]: ماہنامہ طلوع اسلام، فروری 1982ء، ص:25

[14]: ابن فارس، مقاییس اللغۃ، ج:1، ص:421-422

[15]: صاغاني، الحسن بن محمد، العباب الزاخر، ج:1، ص:276

[16]: معجم اللغۃ العربیۃ المعاصرۃ، ج:2، ص: 1256

[17] : عسكري، ابو هلال حسن بن عبد الله، معجم الفروق اللغوية، الفروق اللغوية، ص: 307

[18] : مسلم، صحيح مسلم، دار إحياء التراث العربي - بيروت، ج: 4، ص: 2294

[19]: الکھف18:50

[20]: الأعراف07:12

[21] : حسن محمد أيوب، تبسيط العقائد الإسلامية، دار الندوة الجديدة، بيروت، لبنان، ١٩٨٣م، ص: 188

[22] : الحجر 15 : 27

[23] : البقرة 02 : 34

[24] : ايضا

[25] : البقرة 02 : 36

[26] : آل عمران 03 : 36

[27] : الأعراف 07 : 27

[28] : الرحمن56 : 33

[29] : الرحمن 56 : 31

[30] : الإسراء 17 : 88

[31] : الذاريات 51 : 56

[32] : الأنعام 06 : 130

[33] : الأعراف 07 : 38

[34] : النمل 27 : 17

[35] : فصلت 41 : 25

[36] : فصلت 41 : 29

[37] : الأعراف 7 : 179

[38] : الكهف 18: 50

[39]: احقاف 29:46

[40]: الجن 72: 04

[41] : الحجر 15 : 27

[42] : الرحمن 56 : 15

[43] : صحيح مسلم ج: 4، ص: 2294

[44] : الجن 72 : 2

[45] : عبد الرحمن السعدي، تفسير السعدي، ج: 1، ص: 892

[46] : الجن 72 :11، 14، 15

[47] : مسلم، صحيح مسلم، ج: 4، ص: 2167

[48] : الذاريات 51 : 56

[49] : الحج 22 : 25

[50] : الأنعام 06: 130

[51] : السجدة 32 : 13

[52] : الإسراء 17 : 88

[53] : الرحمن 55 : 56

[54] : الكهف 18 : 50

[55] : سبأ 34 : 12

[56] : الأعراف 07 : 179

[57] : مسلم، صحيح مسلم، ج: 1، ص: 332

[58] : دميري، محمد بن موسى، حياة الحيوان الكبرى، دار الكتب العلمية، بيروت، 1424هـ، ج:1، ص:296

[59] : مسلم، صحيح مسلم، ج: 4، ص:2294

[60] : صنعاني، محمد بن إسماعيل، التنوير شرح الجامع الصغير، مكتبة دار السلام، الرياض، 2011 م، ج:5، ص: 504

[61] : مسلم، صحيح مسلم، ج: 1، ص: 332

[62] : أيضا ، ج:1، ص:384

[63] : نووي، يحيى بن شرف، شرح النووي على مسلم، دار إحياء التراث العربي، بيروت، 1392هـ، ج:5، ص: 29

[64] : بخاري، صحيح البخاري، ج: 4، ص: 128

[65] : ابن تيمية، مجموع الفتاوى لشيخ الإسلام ابن تيمية، دار الوفاء ج: 19، ص: 10

[66] : أيضا، ج: 19، ص: 10

[67] : ابن حزم، الفصل في الملل والأهواء والنحل ج: 5، ص: 9

[68] : دينوري، تأويل مختلف الحديث ص: 205

[69] : الراجحي، ابن أبي زمينين، شرح الإبانة الصغرى، دورةبن تيمية، ج: 1، ص: 495

[70] : الألوسي، روح المعاني، ج: 15، ص: 93

[71] : صالح آل الشيخ، إتحاف السائل بما في الطحاوية من مسائل، ج: 1، ص: 323

[72] : شبلى، محمد بن عبد الله، آكام المرجان، مكتبة القرآن، مصر، ج: 1، ص: 22

[73] : الأعراف 07: 27

[74] : https://islamqa.info/ar/ حكم من أنكر وجود الجن، وحكم الصلاة خلفه

[75] : غنيمان، عبد الله بن محمد، شرح فتح المجيد، رقم الدرس: 142

[76] : صالح بن عبد العزيز، شرح الطحاوية، ص: 323

1: Pervaiz, Ghulam Ahmad, Lughat ul Quran, Taloohe islam.Lahore, jild:01, Safah:447.

2: Aizan, jild : 3, safha: 1121

3: Aizan, jild : 3, safha: 952

4: Aizan, jild : 3, safha: 806

5: Aizan, jild : 3, safha: 1601

6: Aizan, jild : 3, safha: 345

7: Aizan, jild : 3, safha:

8: Aizan, jild : 3, safha: 344

9: Parvaiz, Ghulam Ahamad, Tafseer Matalib ul Furqran, idarah Taloohe Islam, Lahore.1975, jilad:5, safha: 99-100.

10: Parvaiz, Iblees w Adam, Safha: 100.

11: Parvaiz, Ghulam Ahmad, Maarif ul Quran, idara Talooh e Islam, New Dehli, jild :2, Safha:100.

12: Surah Ahraaf , 7:179.

13: Maha Nama, Taloohe e islam, Feburary,1982,safah:25.

14: Ibne Faris, Miqayees ul lugah, jild:1, safah: 421-422.

15: Saghani, al hassn bin Muhammad, alibaab alzakher, jild:1, safah:276.

16: Muhjam ul lughah al arbia almuasirah, jild :2, safah:1256.

17: Askari, abu hilal hassan bin Abdullah, muhjam alfarooq al lughwia, safah:307.

18: Muslim , sahi muslim, dar ihyaa ultraath al arabi, beroot, jild:4, safah:2294.

19: Surah al kahf, 18:50.

20: Surah al ihraaf, 07:12.

21: Hassan Muhammad bin ayub, tabseet ul aqaaid il islamia, dar ul nadwah aljadeed, beroot libnan, 1983,safah:188.

22: Surah al hijer, 15:27;

23: Surah Al baqrah, 02:34.
24: Aizan:
25: Surah al baqrah, 02:36
26: Surah ale Imran,03:36.
27: Surah al araaf, 07:27.
28: Surah al Rehman,56:33.
29: Surah al Rehman, 56:31.
30: Surah al israa, 17:88.
31: Surah al zariaat, 51:56.
32: Surah al anaam, 06:130.
33: Surah al araaf,07:38.
34: Surah al namal, 27:17.
35: Surah fusilat, 41:25.
36: Surah Fuselat, 41:29.
37: Surah al Araaf, 07:179.
38: Surah al kahf, 18:50.
39: Surah ahqaaf, 46:29.
40: Surah al Jin, 72:04.
41: Surah al Hijer, 15: 27.
42: Surah Al Rehman,56:15.
43: Sahi Muslim, jild:4, Safah:2294.
44: Surah al Jin, 72:02.
45: Abdul rehman alsahdi, Tafseer al sahdi, jild:01, Safah:892.
46: Surah Al Jin, 72: 11,14,15.
47: Muslim, Sahi Muslim, jild:4, Safah:2167.
48: Surah Al Zariaat, 51: 56.
49: Surah al Hajj, 22:25.
50: Surah al Anaam, 06:130.
51: Surah al Sajidah, 32: 13.
52: Surah al Israa, 17:88.
53: Surah al Rehman, 55:56.
54: Surah Al Kahf, 18:50.
55: Surah saba, 34:12.
56: Surah Al Araaf, 07: 179.
57: Muslim, Sahi Muslim,, jild:1, Safah:332.
58: Dameeri, Muhammad bin musaa, Hayaat ul haiwan al kubraa, dar ul kutab al ilmia, beroot,1424h, jild01,Safah:296.

59: Muslim, Sahi Muslim, jild:04, Safah:2294.
60: Sunaani, Muhammad bin ismaeel, altanweer sharah aljameh al sagheer, maktbah dar ul salaam, alriyaz, 2011, jild:05, Safah:504.
61: Muslim, Sahi Muslim, jild:01, Safah:332.
62: Aizan, jild:01, Safah.384.
63: Navwi, Yahya bin sharf, Sharah al Navwi alaa muslim, dar ihyaa el traas al arabi, beroot, 1392h, jild:5,Safah:29.
64: Bukhari, Sahi ul Bukhari, Jild:04, Safah:128.
65: Ibne Taymia, Majmooh ul Fataqa le shaikh ul islam ibne taymia, dar ul Wafaa, jild:19, Safah:10.
66: Aizan, jild:19, Safah:10.
67: Ibne Hazam, al fasal fil millal wl ahwaahe wl nahal, jild:5, Safah:9.
68: Dinori, Tahweel mukhralif ul hadees, Safah:205.
69: Al Rajhi, ibne abi zamineen, sharah al ibaana tul sughrah, daruh ibne taymia, jild:01, Safah:495.
70: Al aloosi, rooh almaani, jild:15, Safah:93.
71: Saleh Aale alshaikh, ithaaf u sail bema fee altahawiyah min masaail, jild:01, Safah.323.
72: Shibli, Muhammad bin Abdullah , Aakaam ul marjaan, maktabah tul Quran, Misr, Jild:01, Safah:22.
73: Surah Al Araaf, 07:27.
74: https://islamqa.info/ar... Hukam man Ankara wajood ul jinn w hukam ul salaah khalfaho.
75: Ghanimaan, Abdullah bin Muhammad, Sharah Fathul Majeed, Raqm ul dars:142.
76: Saleh bin abdul aziz, sharah al tahawiyah, Safah:323.